استفہامیہ تدریس کا نبوی ﷺ ماڈل:
جدید سائنسی و تعلیمی اصولوں کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ

The Prophetic Model of Question-Based Pedagogy: A Critical Study in the Light of Contemporary Scientific and Educational Principles

Muhammad Usman Sadiqi
Lecturer, Chaudry Abdul Khaliq Center of Contemporary and Islamic Sciences (CAKCCIS), Superior University, Lahore, Punjab, Pakistan
Email: usman.sadiqi@superior.edu.pk
Dr Hafiz. M. Mudassar Shafique
Assistant Professor, Faculty of Arts and Humanities,
Chaudry Abdul Khaliq Center of Contemporary and Islamic Sciences (CAKCCIS), Superior University, Lahore, Punjab, Pakistan
Email: mudassar.shafique@superior.esu.pk
Raheel Ahsan
Lecturer, Chaudry Abdul Khaliq Center of Contemporary and Islamic Sciences (CAKCCIS), Superior University, Lahore, Punjab, Pakistan

Abstract

A dynamic and successful teaching strategy that promotes students' cognitive engagement, intellectual autonomy, reasoning skills, and conscious participation is question-based pedagogy. This approach was a key component of the Prophet Muhammad's ƅ missionary and educational activities. He addressed subjects according on his audience's intellectual level, cleared up any confusion in their minds, and encouraged introspection, serious thought, and a genuine desire to learn by posing questions. The goal of this study is to critically examine the Prophetic model of question-based learning from pedagogical, psychological, and scientific angles. This study examines the efficacy of the Prophetic ·□ teaching technique using current ideas from educational psychology, neuroscience, and learning theories like constructivism and inquiry-based learning. According to scientific research, learning through questions stimulates important brain areas linked to understanding, memory, analysis, and problem-solving, especially the hippocampus and prefrontal cortex. Furthermore, question-driven learning improves brain connections, which leads to longer-lasting, more profound, and more efficient knowledge retention. From a psychological perspective, questions help students develop self-efficacy, curiosity, and intrinsic motivation—all of which are

crucial for meaningful learning in today's classrooms. When posing or responding to questions, the Prophet ﷺ considered his audience's emotional states, social settings, and cognitive tendencies in addition to their intellectual capacity. The educational theories of Jean Piaget, Lev Vygotsky, and Jerome Bruner, who highlighted the significance of connecting learning to the learner's past experiences, are strongly aligned with this learner-cantered approach. Additionally, the Prophetic Seerah's (biography) question-based teaching approach fostered moral growth, social justice, spiritual knowledge, and collective consciousness. The Prophet exemplifies the best teaching practices in real life through his engaging conversations with his companions, his perceptive answers, and his contextually relevant questions

This study concludes that the Prophetic ﷺ paradigm of inquiry-based teaching is completely in line with the tenets of contemporary science and is not limited to religious or moral teachings. Education as well as psychology. The learning process can be made more sustainable, intellectually stimulating, and supportive of comprehensive personal development by incorporating this paradigm into current educational systems—in teacher preparation, curriculum creation, and classroom practices.

Keywords: Prophetic Pedagogy, Question-Based Teaching, Educational Psychology, Modern Teaching Strategies, Constructivist Learning Theory

استفہامی طرزِ تعلیم: (Question-Based Learning)

تعلیم محض معلومات کی ترسیل کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسا ہمہ جہت عمل ہے جو فرد کی سوچ، فہم، شخصیت اور رویوں کو تشکیل دیتا ہے۔ ایک مؤثر تعلیمی نظام وہی ہوتا ہے جو طلبہ میں سوال کرنے، غور و فکر کرنے اور تحقیق کے ذریعے سچائی تک پہنچنے کی صلاحیت پیدا کرے۔ اسی تصور پر مبنی تدریسی ماڈل کو "استفہامی طرزِ تعلیم" کہا جاتا ہے جو سوالات کو تدریس کا مرکز بناتا ہے۔ یہ طرزِ تدریس سیکھنے والے کو ایک فعال، تجزیہ کار اور خود سیکھنے والا فرد بناتا ہے جو علم کو صرف حاصل نہیں کرتا بلکہ اس پر غور کرتا ہے، اس سے نتائج اخذ کرتا ہے اور اس کا عملی اطلاق بھی کرتا ہے۔ استفہامی طرز نہ صرف جدید تعلیمی نظریات کی روشنی میں مؤثر تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ اسلامی تعلیمات بالخصوص نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ میں بھی اس کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ سائنسی اور نفسیاتی تحقیقات بھی یہ ثابت کر چکی ہیں کہ سوالات کے ذریعے سیکھنا نہ صرف ذہنی فعالیت کو بڑھاتا ہے بلکہ شخصیت کی تعمیر، خود اعتمادی اور تنقیدی سوچ کو بھی فروغ دیتا ہے۔ اس لیے آج کے تعلیمی نظام میں استفہامی تدریس کو محض ایک تدریسی طریقہ نہیں بلکہ ایک فکری انقلاب کے طور پر اپنانے کی ضرورت ہے۔

استفہامی طرزِ تعلیم ایک ایسا نظریاتی و عملی طریقۂ تدریس ہے جس کی بنیاد فلسفہ، نفسیات اور سماجی علوم میں پیوست ہے اور جس کی ابتدا قدیم یونانی مفکر سقراط کے مکالماتی اندازِ تعلیم سے جا ملتی ہے جسے "سقراطی طریقۂ سوال (Socratic Method) "کہا جاتا ہے۔ اس طریقے میں استاد طلبہ سے سوالات کرتا ہے تاکہ وہ خود غور و فکر کے ذریعے نتیجے تک پہنچ سکیں اور یہی اصول آج کے دور میں "Critical Thinking" اور "Inquiry-Based Learning" کی صورت میں سامنے آیا ہے[1]۔ جدید تعلیم میں جان ڈیوی (John Dewey) کو استفہامی طرزِ تعلیم کا بانی سمجھا جاتا ہے جس نے "Learning by Doing" اور "Reflective Thinking" جیسے نظریات متعارف کروائے۔ ڈیوی کے نزدیک سیکھنے کا عمل اُس وقت زیادہ مؤثر ہوتا ہے جب طلبہ سوالات کے ذریعے خود مسئلے کو سمجھیں اور تجربات کی بنیاد پر علم حاصل کریں کیونکہ تعلیم کا مقصد صرف یادداشت بڑھانا نہیں بلکہ عملی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے[2]۔ اسی تناظر میں وائیگوٹسکی (Vygotsky) نے "Zone of Proximal Development" کے تصور کے تحت یہ واضح کیا کہ سیکھنے والا فرد دوسروں کے تعاون اور سوالات کے ذریعے زیادہ مؤثر انداز میں علمی ترقی کرتا ہے[3]۔ برونر (Bruner) نے بھی اس بات کی تائید کی کہ جب طلبہ کو فعال شرکت کے ذریعے سیکھنے کے مواقع فراہم کیے جائیں تو ان میں دیرپا علم اور تنقیدی سوچ پروان چڑھتی ہے[4]۔

اسلامی تعلیمات میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ استفہامی طرزِ تعلیم کی ایک جامع اور عملی مثال ہے جہاں سوالات کو محض معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ تربیت، تزکیۂ نفس اور فکری بیداری کا مؤثر وسیلہ بنایا گیا۔ آپ ﷺ کا اندازِ تدریس مکالماتی، تجزیاتی اور تجرباتی نوعیت کا تھا جو طلبہ کو سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے پر ابھارتا تھا۔ اس عمل نے علم کو محض رٹے پر مبنی نہیں بلکہ عملی اور تنقیدی سوچ پر استوار کیا۔ معاصر ماہرینِ تعلیم کی تحقیقات بھی اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہیں کہ استفہامی تدریس نہ صرف طلبہ کی علمی و ذہنی نشوونما میں مؤثر کردار ادا کرتی ہے بلکہ یہ ان میں خود اعتمادی، تجزیاتی صلاحیت اور فیصلہ سازی کی قوت کو بھی پروان چڑھاتی ہے جو کہ 21ویں صدی کے تعلیمی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ناگزیر ہیں[5]۔ استفہامی طرزِ تعلیم کی نظریاتی بنیاد متعدد تعلیمی و نفسیاتی نظریات پر قائم ہے جن میں سیکھنے کو ایک فعال، باہمی اور فکری عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ژاں پیاجے نے اس عمل کو علمی ارتقا کے مختلف مراحل سے جوڑا جبکہ لیو وائیگوٹسکی نے سماجی تعامل اور "Zone of Proximal Development" کو اس کی بنیاد قرار دیا۔ جان ڈیوی کے "Learning by Doing" اور "Reflective Thinking" کے تصورات نے بھی اس طرزِ تعلیم کو تقویت دی جس کے مطابق طلبہ اس وقت زیادہ مؤثر انداز

میں سیکھتے ہیں جب وہ عملی سرگرمیوں سوالات اور تحقیق کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں۔ ان نظریاتی بنیادوں سے واضح ہوتا ہے کہ استفہامی تدریس محض تدریس کا ایک طریقہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہتی حکمتِ عملی ہے جو تعلیم کو تحقیق تخلیق اور عملی زندگی کے مسائل کے حل کے ساتھ جوڑتی ہے۔

Theoretical Framework

1۔ اسلامی تناظر(Islamic Perspective)

اسلامی تعلیمات میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ استفہامی طرزِ تعلیم کی جامع اور عملی مثال ہے جہاں سوالات کو محض معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ تربیت، تزکیۂ نفس اور فکری بیداری کا مؤثر وسیلہ بنایا گیا۔ آپ ﷺ کا اندازِ تدریس مکالماتی، تجزیاتی اور تجرباتی نوعیت کا تھا جو طلبہ کو سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے پر ابھارتا تھا۔ اس عمل نے علم کو محض رٹے پر مبنی نہیں بلکہ عملی اور تنقیدی سوچ پر استوار کیا۔ معاصر اسلامی ماہرینِ تعلیم بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ طریقہ تدریس نہ صرف علمی و ذہنی نشوونما میں مددگار ہے بلکہ سیکھنے والے میں خود اعتمادی اور فکری پختگی بھی پیدا کرتا ہے[6]۔

2۔ سماجی-تفاعلی بنیاد(Socio-Constructivist Foundation)

استفہامی تدریس کی نظریاتی بنیاد سماجی اور تعمیری (constructivist) نظریات میں بھی نظر آتی ہے۔ لیو وائیگوٹسکی نے اپنے "Zone of Proximal Development" کے تصور کے تحت بتایا کہ فرد سیکھنے کے عمل میں دوسروں کی مدد اور سوالات کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کو وسعت دیتا ہے[7]۔ یہ نظریہ استفہامی تدریس کے اس اصول کو مضبوط کرتا ہے کہ سیکھنا ایک سماجی اور باہمی عمل ہے جس میں مکالمہ اور سوال و جواب مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

3۔ عملی و تجرباتی بنیاد(Pragmatic Foundation):

جان ڈیوی نے "Learning by Doing" اور "Reflective Thinking" کے تصورات پیش کیے جن کے مطابق طلبہ اُس وقت زیادہ مؤثر طریقے سے سیکھتے ہیں جب وہ براہِ راست تجربات، تحقیق اور سوالات کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں[8]۔ ڈیوی کے نزدیک تعلیم کا مقصد محض یادداشت کو تقویت دینا نہیں بلکہ مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے جو استفہامی تدریس کی اصل روح ہے۔

4۔ ادراکی و ارتقائی بنیاد:(Cognitive-Developmental Foundation) ژاں پیاجے کے مطابق سیکھنے کا عمل ادراکی ارتقا کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور یہ ایک فعال، ارتقائی اور ذہنی جدوجہد کا نتیجہ ہوتا ہے[9]۔

استفہامی تدریس اس تصور کی توسیع ہے کیونکہ یہ سیکھنے والے کو سوالات اور کھوج کے ذریعے نئی علمی ساختیں (cognitive structures) تشکیل دینے میں مدد دیتی ہے۔

ان تمام نظریاتی بنیادوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ استفہامی طرزِ تعلیم محض تدریس کا ایک طریقہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہتی حکمتِ عملی ہے جو اسلامی تعلیمات، سماجی تعامل، عملی تجربات اور ادراکی ارتقا کو یکجا کرتی ہے۔ اس طرح یہ طرزِ تدریس جدید دور کے تعلیمی چیلنجز کے ساتھ ہم آہنگ رہتے ہوئے طلبہ کو فکری، تحقیقی اور عملی طور پر مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ استفہامی طرزِ تعلیم کی نظریاتی بنیاد کئی اہم تعلیمی و نفسیاتی نظریات پر قائم ہے جو سیکھنے کو ایک فعال، باہمی اور فکری عمل کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اس طرزِ تعلیم کے بنیادی نظریاتی ستون درج ذیل ہیں:

تعمیریت :(Constructivism)

تعلیم و تعلم میں مختلف نظریات نے سیکھنے کے عمل اور طلبہ کی ذہنی نشوونما کو سمجھنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ان میں ایک اہم نظریہ تعمیریت (Constructivism) ہے جو اس بات پر زور دیتا ہے کہ علم کوئی جامد یا پہلے سے تیار شدہ پیکج نہیں ہے جو استاد سے براہِ راست شاگرد کو منتقل ہو بلکہ یہ سیکھنے والے کے ذاتی تجربات، مشاہدات، سابقہ علم اور تنقیدی تفکر کے ملاپ سے تشکیل پاتا ہے۔ ژاں پیاجے (Jean Piaget) نے اس نظریہ کی بنیاد ارتقائی نفسیات پر رکھی اور یہ واضح کیا کہ بچوں کی علمی نشوونما مختلف مراحل (Cognitive Developmental Stages) سے گزرتی ہے جس میں وہ فعال طور پر سیکھنے کے عمل میں شریک رہتے ہیں۔[10] دوسری طرف لیو وائیگوٹسکی (Lev Vygotsky) نے سماجی تعامل اور زبان کو سیکھنے کا بنیادی ذریعہ قرار دیا اور "Zone of Proximal Development" کا تصور پیش کیا جس کے مطابق طلبہ دوسروں کے تعاون اور رہنمائی سے اپنی صلاحیتوں کو بہتر بناتے ہیں۔[11] یہ دونوں مفکرین اس بات پر متفق تھے کہ سیکھنا ایک فعال، سیاقی اور سماجی عمل ہے جو طلبہ کو صرف علم حاصل کرنے والا نہیں بلکہ علم کی تعمیر کرنے والا بھی بناتا ہے۔ استفہامی تدریس (Inquiry-based Teaching) بھی اسی نظریہ کے ساتھ ہم آہنگ ہے کیونکہ یہ طلبہ کو سوالات پوچھنے، تحقیق کرنے اور تنقیدی سوچ کے ذریعے علم کو نئے انداز سے تشکیل دینے کا موقع فراہم کرتی ہے جس سے ان کی فکری آزادی اور تخلیقی صلاحیتیں مزید نکھرتی ہیں[12]۔ نتیجتاً تعمیری نقطۂ نظر تعلیم کو محض معلوماتی عمل کے بجائے ایک تخلیقی، تحقیقی اور ہمہ جہتی سرگرمی میں بدل دیتا ہے[13]۔

تعلیمی نفسیات میں ژاں پیاجے (Jean Piaget, 1896–1980) اور لیو وائیگوٹسکی (Lev Vygotsky, 1896–1934) کی تحقیقات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ پیاجے کے مطابق ادراکی نشوونما

(Cognitive Development) ایک ارتقائی عمل ہے جو مختلف مراحل میں وقوع پذیر ہوتا ہے جنہیں انہوں نے Sensori-Motor، Pre-Operational، Concrete Operational اور Formal Operational مراحل میں تقسیم کیا[14]۔ ان کے نزدیک بچے فعال سیکھنے والے ہوتے ہیں جو اپنے ماحول کے ساتھ تعامل کے ذریعے نئے تصورات اور اصول وضع کرتے ہیں یوں علم محض معلومات کی ترسیل نہیں بلکہ دریافت اور تعمیر کا عمل ہے۔ دوسری طرف وائیگوٹسکی نے سیکھنے کے عمل کو زیادہ سماجی اور ثقافتی پس منظر میں دیکھا اور وضاحت کی کہ سیکھنا محض فرد کی ذات تک محدود نہیں بلکہ یہ سماجی تعامل، مکالمہ اور تعاون کے ذریعے آگے بڑھتا ہے[15]۔ انہوں نے Zone of Proximal Development (ZPD) اور Scaffolding جیسے اہم تصورات پیش کیے جن کے مطابق استاد اور ہم جماعت طلبہ سیکھنے والے کی رہنمائی اور مدد فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی موجودہ صلاحیتوں سے آگے بڑھ سکے[16]۔ اس طرح پیاجے کی ادراکی تعمیریت اور وائیگوٹسکی کی سماجی تعمیریت مل کر سیکھنے کو ایک فعال، ارتقائی اور سماجی عمل کے طور پر واضح کرتی ہیں۔

سیرت النبی ﷺ میں استفہامی طرزِ تعلیم اور جدید تعلیمی نظریات کا تقابلی مطالعہ

تعلیم و تربیت کا مقصد صرف معلومات کی ترسیل نہیں بلکہ طلبہ کو فعال، تنقیدی اور تخلیقی سیکھنے والا بنانا ہے۔ اس تصور کو جدید دور میں **Constructivism** اور **Inquiry-Based Learning** جیسے نظریات نے تقویت دی ہے۔ تاہم اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر غور کریں تو یہ اصول نہایت واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کا اسلوبِ تدریس سوال و جواب، غور و فکر اور تنقیدی شعور کو ابھارنے پر مبنی تھا۔ ذیل میں چند نمایاں مثالیں اور ان کی جدید نظریات سے مطابقت پیش کی جارہی ہے۔

حدیثِ جبرائیل:

اسلامی تعلیم وتربیت کا اصل مقصد فرد کی علمی، اخلاقی اور عملی تربیت ہے، جس میں سوال وجواب اور مکالمے کا اسلوب نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں بارہا استفہامی انداز اختیار فرمایا، تاکہ سیکھنے والا محض معلومات نہ لے بلکہ غور وفکر کے ذریعے نیا فہم تشکیل دے۔ اس اسلوب کا اعلیٰ ترین نمونہ "حدیثِ جبرائیل" ہے، جو نہ صرف دینِ اسلام کی جامع بنیادوں کو واضح کرتی ہے بلکہ تدریسی نقطہ نظر سے بھی ایک مثالی مثال ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ

اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا". قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ .قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ. قَالَ: "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ". قَالَ: صَدَقْتَ .قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ: "أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" .قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ".قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا. قَالَ: "أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ" .قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: "يَا عُمَرُ، أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟" قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: "فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ"[17].

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہمارے سامنے ایک شخص آیا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر نظر نہیں آرہا تھا اور ہم میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہ تھا۔ وہ آکر نبی ﷺ کے قریب بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے نبی ﷺ کے گھٹنوں سے ملادیے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ کر کہنے لگا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔" اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہم تعجب میں پڑ گئے کہ یہ سوال بھی کر رہا ہے اور تصدیق بھی۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر (خیر و شر) پر ایمان لاؤ۔" اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔" پھر اس نے کہا: قیامت کے بارے میں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔" اس نے کہا: اس کی علامات بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے اور یہ کہ تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج چرواہے بلند و بالا عمارتوں میں فخر کرنے لگیں گے۔" پھر وہ شخص چلا گیا۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! کیا تم جانتے ہو یہ سوال کرنے والا کون تھا؟" میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ جبرائیل تھے، جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔"

یہ حدیثِ جبرائیل صرف عقیدے، عمل اور احسان کی جامع وضاحت پر ہی مشتمل نہیں بلکہ یہ ایک بہترین تدریسی نمونہ بھی ہے۔ اس واقعہ میں حضرت جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کیے اور آپ ﷺ

نے مرحلہ وار اسلام، ایمان اور احسان کی وضاحت فرمائی۔ اس کے اندر کئی ایسے پہلو ہیں جو جدید تعلیمی نظریات سے گہرا ربط رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے اس حدیث میں استفہامی اور مکالماتی طریقہ نمایاں ہے۔ سوال و جواب کے اسلوب نے صحابہ کرامؓ کو غور و فکر پر آمادہ کیا۔ یہ بالکل سقراطی طریقہ (Socratic Method) سے مشابہ ہے جس کا مقصد سیکھنے والوں کو سوالات کے ذریعے فعال بنانا اور تنقیدی سوچ کو پروان چڑھانا ہے۔[18] اسی طرح اس حدیث میں ادراکی تضاد (Cognitive Conflict) اور تعمیریت (Constructivism) کا اصول واضح ہے۔ جب صحابہ کے سامنے ایمان، اسلام اور احسان کی وضاحت کی گئی تو ان کے پہلے سے محدود تصور کو نئے اور جامع تصور میں بدلا گیا۔ یہ بالکل Piaget کے تصورِ سیکھنے سے ہم آہنگ ہے جس کے مطابق سیکھنے والا نئے علم کو پرانے سانچوں سے ہم آہنگ کر کے اپنی سوچ کو وسعت دیتا ہے۔[19]

مزید برآں یہ واقعہ وائیگوٹسکی (Vygotsky) کے Zone of Proximal Development (ZPD) کا عملی نمونہ بھی ہے۔ صحابہ کرامؓ خود اپنی سوچ سے ایک سطح تک پہنچ سکتے تھے لیکن جبرائیلؑ کے سوال اور نبی کریم ﷺ کی رہنمائی نے انہیں بلند تر فکری سطح تک پہنچایا۔ یہ تدریسی معاونت (Scaffolding) کی بہترین مثال ہے۔[20] یہی انداز برونر (Bruner) کے Discovery Learning اور ڈیوئی (Dewey) کے Reflective Thinking کے بھی قریب ہے کیونکہ یہاں علم محض منتقل نہیں کیا گیا بلکہ سوال، غور و فکر اور دریافت کے عمل کے ذریعے سامنے آیا۔ اس سے عملی اور اخلاقی تربیت کا بھی پہلو اجاگر ہوا۔[21]

حدیثِ جبرائیل نہ صرف دینِ اسلام کی جامع بنیادوں کو واضح کرتی ہے بلکہ تدریسی اسلوب کا بھی عملی نمونہ ہے۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم محض معلومات کی ترسیل نہیں بلکہ ایک فعال، استفہامی اور تعمیری عمل تھی۔ سوال و جواب کے ذریعے علم کو تدریجی طور پر واضح کیا گیا جس سے طلبہ (صحابہؓ) کو نہ صرف دین کا جامع تصور حاصل ہوا بلکہ غور و فکر اور عملی تربیت کا بہترین موقع ملا۔ جدید تعلیمی نظریات اس حدیث کی روشنی میں مزید قابلِ فہم ہو جاتے ہیں اور یہ رہنمائی فراہم کرتے ہیں کہ مؤثر تعلیم وہی ہے جو سوال، رہنمائی اور تدریجی تربیت کے امتزاج سے عملی کردار سازی کرے۔ یہ حدیث تعلیم و تربیت کے جدید اصولوں کے ساتھ نہایت ہم آہنگ ہے جس میں تنقیدی سوچ، مکالمہ، تدریجی رہنمائی اور عملی ربط کا یہ ماڈل آج کے تعلیمی ماحول میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

حدیث غیبت:

اسلامی تعلیمات میں اخلاقی اقدار کی تربیت ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کو اخلاقی شعور دینے کے لیے محض خطبات اور نصیحتوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سوال و جواب کے ذریعے ان کے ذہنوں کو متوجہ کیا۔ یہ طرزِ تدریس جدید تعلیمی نظریات بالخصوص تعمیریت (Constructivism) سے قریب تر ہے، جس کے مطابق سیکھنے والا فعال طور پر سوچتا اور اپنے موجودہ علم کو نئے تصورات کے ساتھ جوڑ کر علم کی تعمیر کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ» :أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ .قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ .قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ[22].

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ "صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا اپنے بھائی کا وہ ذکر کرنا جو اسے ناگوار ہو۔ "پوچھا گیا: اگر وہ بات میرے بھائی میں ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ بات اس میں ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر نہیں ہے تو یہ بہتان ہے۔"

یہ تدریسی انداز دراصل ایک Cognitive Conflict (ادراکی تضاد) پیدا کرتا ہے۔ صحابہ کے ذہن میں "غیبت" کا عمومی تصور واضح نہیں تھا لیکن آپ ﷺ نے سوال اٹھا کر ان کے موجودہ علم کو چیلنج کیا۔ اس کے بعد وضاحت اور مکالمے کے ذریعے ایک نیا اور درست تصور ان کے ذہنوں میں تشکیل پایا۔ یہ عمل بالکل ویسا ہی ہے جیسا Jean Piaget اپنے نظریۂ ادراکی نشوونما میں بیان کرتے ہیں کہ علم کی تعمیر سوال، تضاد اور وضاحت کے ذریعے ہوتی ہے۔[23] مزید برآں، صحابہ کے سوال پر آپ ﷺ کا جواب Vygotsky کے Social Constructivism کے مطابق "مکالمے اور رہنمائی" کے ذریعے سیکھنے کی بہترین مثال ہے۔[24]

یہ حدیث اس بات کی واضحت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تعلیمی اسلوب محض معلوماتی ترسیل نہیں تھا بلکہ ایک تربیتی و تعمیری عمل تھا۔ آپ ﷺ نے سوال کے ذریعے نہ صرف صحابہ کے ذہنوں کو سوچنے پر آمادہ کیا بلکہ انہیں گفتگو میں شریک کیا اور نئے تصورات کو بھی ان کے ذہنوں میں واضح کیا۔ یہ انداز جدید تعلیمی نظریات کے اس اصول سے ہم آہنگ ہے کہ تعلیم محض معلومات دینے کا نام نہیں بلکہ فکر کی تشکیل، اخلاقی شعور کی بیداری اور سماجی تربیت کا عمل ہے۔ اس تناظر میں سیرت النبی ﷺ آج کے معلمین کے لیے ایک مؤثر نمونہ فراہم کرتی ہے۔

حدیث شجر:

تعلیم و تربیت میں سوال و جواب ایک ایسا طریقہ ہے جو طلبہ کو محض سننے والے کی بجائے سوچنے والا اور فعال شریک کار بنا دیتا ہے۔ یہ نہ صرف ذہانت کو جلا بخشتا ہے بلکہ طالب علم کے اندر تنقیدی اور تخلیقی سوچ کو پروان چڑھاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کے اس مؤثر اسلوب کو اپنی سیرتِ طیبہ میں کمال حکمت کے ساتھ استعمال فرمایا تاکہ صحابہ کرامؓ محض معلومات حاصل نہ کریں بلکہ غور و فکر کے ذریعے خود سیکھنے والے (Active Learners) بن جائیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺإِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ، ثُمَّ قَالُوا: حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: هِيَ النَّخْلَةُ[25].

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے، اور وہ مسلمان کی مانند ہے۔ بتاؤ وہ کون سا ہے؟" لوگوں نے صحرا کے درختوں میں سوچا۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن میں شرم کی وجہ سے کچھ نہ بولا۔ پھر صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ درخت کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ کھجور کا درخت ہے۔"

یہ حدیث تعلیم میں سوال و جواب (Inquiry-Based Teaching) کا عملی مظہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے محض حکم یا معلومات دینے کے بجائے ایک سوال پوچھا جس نے صحابہ کرامؓ کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ یہی تدریسی حکمت وائیگوٹسکی کے نظریہ (Zone of Proximal Development (ZPD اور Scaffolding سے مماثلت رکھتی ہے۔[26] آپ ﷺ نے صحابہؓ کو براہِ راست جواب نہیں دیا بلکہ انہیں غور و فکر کا موقع فراہم کیا تاکہ وہ اپنی ذہنی سطح (Actual Development Level) سے بلند ہو کر ممکنہ سطح (Potential Development Level) تک پہنچیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا دل میں جواب جاننا لیکن بلند آواز میں نہ کہنا اس بات کی مثال ہے کہ استاد طلبہ کے ذہنوں میں پوشیدہ صلاحیت کو سوال و جواب کے ذریعے بیدار کرتا ہے۔ جدید نظریہ تعلیم میں یہی اسلوب سب سے مؤثر مانا جاتا ہے کہ استاد محض معلومات دینے والا نہیں بلکہ رہنما (Facilitator) ہوتا ہے جو سوالات اور مکالمے کے ذریعے علم کو زیادہ پائیدار اور بامعنی بنا دیتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ مؤثر تدریس کا راز محض "بیان" میں نہیں بلکہ "سوال و جواب" اور "غور و فکر" میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو فعال شریکِ گفتگو بنا کر ان کی علمی اور فکری صلاحیتوں کو پروان چڑھایا۔ یہی طریقہ آج کے تعلیمی نظریات جیسے Inquiry-Based Learning اور ZPD کے عین مطابق ہے۔ اس لیے

اسوہ نبوی ﷺ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ استاد کا اصل کردار محض معلومات دینا نہیں بلکہ طلبہ کی سوچ کو نئی وسعتوں تک پہنچانا ہے۔

حدیث مؤمن:

تعلیم و تربیت کا مقصد صرف معلومات کی ترسیل نہیں بلکہ کردار سازی اور اخلاقی اقدار کی نشوونما ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کی تعلیم و تربیت کے دوران ایک فعال اور مکالماتی طرزِ تدریس اختیار فرمایا جس میں سوال و جواب کا اسلوب نمایاں تھا۔ آپ ﷺ صحابہ کو غور و فکر پر آمادہ کرتے اور ان کے ذہنوں میں نئے اور جامع معانی کی تعمیر کرتے تھے۔ یہی اسلوب جدید تعلیمی نظریات خصوصاً استفہامی طرزِ تعلیم (Inquiry-Based Teaching) اور تعمیریت (Constructivism) کے قریب تر ہے جن کے مطابق سیکھنے والا اپنے موجودہ تصورات کو نئے تجربات اور سوالات کے ذریعے مزید گہرائی اور وسعت دیتا ہے۔[27]

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَتَدْرُونَ مَا الْمُؤْمِنُ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوءَ فَاجْتَنَبَهُ»[28].

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو مؤمن کون ہے؟" صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں امن میں ہوں اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے۔"

یہ حدیثِ مبارکہ متعدد تعلیمی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔ سب سے پہلے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے استفہامی سوال کیا تاکہ وہ اپنی سوچ کو بروئے کار لائیں اور موضوع پر غور و فکر کریں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے وضاحت کے ذریعے ان کے موجودہ تصور کی تعمیرِ نو کی یعنی پہلے سے موجود محدود خیال (ایمان = صرف عقیدہ) کو وسعت دے کر یہ نیا مفہوم دیا کہ ایمان دراصل عملی امانت، امن اور سماجی ذمہ داری ہے۔ پھر آپ ﷺ نے تدریجی تربیت کے ذریعے تین بنیادی اصطلاحات "مؤمن"، "مسلم" اور "مہاجر" کو واضح کیا اور یوں ایک جامع اخلاقی و عملی معیار فراہم کیا۔ اس اسلوبِ تعلیم کو اگر جدید نظریات کے ساتھ دیکھا جائے تو ژاں پیاجے (Jean Piaget) کے نظریۂ Cognitive Conflict کے مطابق یہاں صحابہ کے ذہن میں موجود ایمان کے محدود تصور کو چیلنج کیا گیا جس کے نتیجے میں "ادراکی تضاد (Cognitive Dissonance)" پیدا ہوا اور وہ ایک زیادہ وسیع اور جامع تصور کی طرف متوجہ ہوئے۔[29] اسی طرح لیو وائیگوٹسکی (Lev Vygotsky) کے "Zone of

"Proximal Development *(ZPD)*" کے نظریے کے مطابق یہ مکالمہ صحابہ کی فکری سطح کو بلند کرنے کا ذریعہ بنا کیونکہ وہ استادِ حقیقی ﷺ کی رہنمائی اور وضاحت سے ایک نیا فکری و اخلاقی معیار حاصل کر رہے تھے۔[30] اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا تدریسی اسلوب محض معلومات کی ترسیل نہیں بلکہ ایک فعال، مکالماتی اور تعمیری عمل تھا۔

"ترقی کے قریب کا زمانہ"

وائیگوٹسکی کے مطابق سیکھنے کا عمل صرف فرد کی ذاتی ذہانت یا محنت کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ یہ بنیادی طور پر ایک سماجی اور اشتراکی عمل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر طالبِ علم کی دو سطحیں ہوتی ہیں۔ پہلی سطح کو حالیہ سطح (Actual Development Level) کہا جاتا ہے یعنی وہ علم اور صلاحیتیں جو طالبِ علم اپنی موجودہ قابلیت کے مطابق اکیلے حاصل کر سکتا ہے۔ دوسری سطح کو ممکنہ سطح (Potential Development Level) کہا جاتا ہے یعنی وہ علم اور صلاحیتیں جو طالبِ علم استاد یا ہم جماعت کی مدد اور رہنمائی کے ساتھ حاصل کر سکتا ہے۔ ان دونوں سطحوں کے درمیانی فاصلے کو وائیگوٹسکی نے علاقۂ ترقی (Zone of Proximal Development - ZPD) کہا۔[31] اس کا مطلب یہ ہے کہ سیکھنے والا اپنی تنہا کوشش سے شاید محدود درجے تک پہنچ پاتا ہے لیکن اگر اسے استاد کی رہنمائی، سوالات، مکالمے یا ہم جماعتوں کی مدد میسر آجائے تو وہ اس سے کہیں زیادہ آگے بڑھ کر بہتر سمجھ اور گہری علم حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہی اشتراکی عمل تعلیم کو زیادہ مؤثر اور پائیدار بناتا ہے۔

تدریسی وضاحت (Instructional Explanation)

استفہامی طرزِ تدریس (Inquiry-Based Teaching) میں استاد کا کردار محض "معلومات دینے والا" نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک فکری رہنما (Facilitator) بن جاتا ہے[32]۔ استاد نہ صرف طلبہ کو سوالات کے ذریعے سوچنے پر مجبور کرتا ہے بلکہ انہیں مکالمے کے ذریعے مختلف زاویوں سے مسائل کو دیکھنے کا موقع بھی دیتا ہے اور عملی سرگرمیوں (Hands-on Activities) کے ذریعے نئی مہارتیں سیکھنے میں مدد بھی فراہم کرتا ہے[33]۔ اس طریقۂ تدریس میں طلبہ علم کے فعال شریک کار بنتے ہیں اور معلومات کو صرف رٹنے یا یاد کرنے کے بجائے خود دریافت کرتے ہیں۔ اس عمل کے دوران استاد دراصل طلبہ کو Zone of Proximal Development (ZPD) میں لے جاتا ہے جہاں وہ اپنی موجودہ فطری صلاحیت سے کچھ زیادہ آگے بڑھنے کے قابل ہو جاتے ہیں[34]۔ ZPD کے اندر استاد کی رہنمائی وقتی اور تدریجی ہوتی ہے جسے وائیگوٹسکی نے Scaffolding (تعمیراتی سہارے) سے تشبیہ دی ہے[35]۔ بالکل اسی طرح جیسے تعمیر کے دوران مزدور بانس یا پلوں کے ذریعے عمارت کی اونچائی

تک پہنچتے ہیں استاد بھی طالب علم کو اس کی سیکھنے کی "علمی عمارت" میں اوپر تک لے جاتا ہے۔ اس عمل سے نہ صرف طالب علم کی تنقیدی اور تخلیقی سوچ بڑھتی ہے بلکہ خود اعتمادی، مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت، اور علمی استقلال بھی پیدا ہوتا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں "ترقی کے قریب کا زمانہ (ZPD) "

تعلیم و تربیت انسانی زندگی کا بنیادی جزء ہے اور جدید تعلیمی نظریات کے مطابق یہ عمل محض انفرادی محنت پر مبنی نہیں بلکہ ایک اشتراکی (Collaborative) اور سماجی (Social) سرگرمی ہے۔ وائیگوٹسکی کا نظریہ Zone of Proximal Development (ZPD) اسی بات پر زور دیتا ہے کہ شاگرد استاد اور ساتھیوں کی مدد سے اپنی موجودہ سطح (Actual Development Level) سے اوپر اٹھ کر زیادہ بلند سطح (Potential Development Level) تک پہنچ سکتا ہے[36]۔ یہ بات اگر ہم سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت و تعلیم میں بالکل یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ نے محض الفاظ یا زبانی ہدایات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی مظاہروں، مکالمے اور تدریجی رہنمائی (Scaffolding) کے ذریعے صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی[37]۔ وائیگوٹسکی کے مطابق تعلیم کا عمل صرف ذاتی محنت یا ذہانت کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ یہ استاد اور طلبہ کے باہمی تعلق اور اجتماعی عمل سے مکمل ہوتا ہے۔ یہی بات ہمیں سیرت النبی ﷺ سے سب سے بہتر انداز میں نظر آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم و تربیت کے عمل میں صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ ان کی موجودہ سطحِ علم سے بلند کرنے کے لیے سوال و جواب، مکالمہ، تدریجی رہنمائی اور عملی تجربات کا سہارا لیا۔ اس طرح وہ اپنے شاگردوں کو ایسی سطح پر پہنچاتے جہاں وہ اکیلے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ یہی تدریسی انداز اصل میں **Zone of Proximal Development (ZPD)** کی عملی مثال ہے جس میں استاد طالب علم کی صلاحیتوں کو بتدریج آگے بڑھاتا ہے[38]۔

عملی تربیت اور تدریجی رہنمائی (Scaffolding) سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

اسلام کی تعلیمات میں عبادات کے ساتھ ساتھ ان کے سیکھنے اور سکھانے کا طریقہ بھی بڑی حکمت اور عملی مثالوں پر مبنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی محض زبانی ہدایت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ کو تعلیم دینے کے لیے خود عملی مظاہرہ کرتے تھے تاکہ وہ بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ وضو جو نماز کا بنیادی حصہ ہے اس کی اہمیت اور درست طریقہ امت کو واضح کرنے کے لیے آپ ﷺ نے نہ صرف اس کا حکم دیا بلکہ کر کے بھی دکھایا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت اس بات کی بہترین مثال ہے

أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ[39].

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پانی منگوایا اور وضو کیا۔ پہلے اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ اور اسی طرح بایاں ہاتھ دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دائیں پاؤں کو ٹخنے تک تین بار اور بائیں پاؤں بھی اسی طرح دھویا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے وضو کی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے جس میں دل ہی دل میں کوئی دنیاوی بات نہ کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

یہ حدیث اس بات کی بہترین عملی مثال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم و تربیت محض الفاظ یا زبانی ہدایت کے ذریعے نہیں دی بلکہ عملی مظاہرے (Demonstration) کو بطور تدریسی طریقہ اپنایا۔ آپ ﷺ نے وضو کا حکم دینے سے پہلے خود وضو کر کے دکھایا تاکہ صحابہؓ محض "سننے" تک محدود نہ رہیں بلکہ "دیکھنے" اور پھر "عمل کرنے" کے ذریعے سیکھیں۔ یہ اسلوب بالکل اسی طرح ہے جسے جدید تعلیمی نظریہ میں Scaffolding کہا جاتا ہے یعنی استاد اپنے شاگرد کو وقتی سہارا اور رہنمائی فراہم کرتا ہے تاکہ وہ ایسی سطح تک پہنچ سکے جس تک وہ اکیلا نہیں پہنچ سکتا۔ یہی دراصل Zone of Proximal Development (ZPD) کا بنیادی اصول ہے کہ استاد کی رہنمائی اور تدریجی معاونت کے ذریعے طالب علم اپنی موجودہ صلاحیت سے کہیں زیادہ آگے بڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس طرح سنت نبوی ﷺ جدید تعلیمی نظریات کے عین مطابق ایک مؤثر تدریسی ماڈل پیش کرتی ہے۔

حج کی تعلیم (تدریجی رہنمائی)

اسلام میں تعلیم و تربیت کا بہترین اور کامل نمونہ سیرت النبی ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو محض زبانی نصیحت کے بجائے عملی رہنمائی تدریجی تربیت اور اشتراکی عمل کے ذریعے سکھایا۔ یہ طریقہ کار جدید تعلیمی نظریات خصوصاً وائیگوٹسکی کے Zone of Proximal Development (ZPD) سے مکمل طور پر مطابقت رکھتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق استاد اپنے شاگرد کو تدریجی سہارا (Scaffolding) دے کر اس کی موجودہ سطح

(Actual Development Level) سے بلند کر کے اس کی ممکنہ سطح (Potential Development Level) تک پہنچاتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُولُ: "لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ"[40].

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو قربانی کے دن اپنی سواری پر جمرہ کو کنکریاں مارتے دیکھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے" : اپنے حج کے مناسک مجھ سے سیکھ لو کیونکہ ممکن ہے کہ اس حج کے بعد میں دوبارہ حج نہ کر سکوں۔"

یہ حدیث جدید نظریہ تعلیم ZPD کی عملی مثال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر محض زبانی احکام نہیں دیے بلکہ مناسکِ حج کو عملی طور پر ادا کر کے دکھایا تاکہ صحابہؓ براہ راست دیکھیں، سیکھیں اور پھر عمل کریں۔ یہ تدریجی رہنمائی (Scaffolding) تھی جس کے ذریعے آپ ﷺ نے صحابہ کو اس سطح پر پہنچایا جو وہ تنہا محض سن کر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وائیگوٹسکی کے مطابق مؤثر تعلیم وہ ہے جس میں استاد شاگرد کو اس کی موجودہ علمی سطح سے آگے بڑھانے کے لیے رہنمائی فراہم کرے بالکل وہی طریقہ ہمیں یہاں سیرت النبی ﷺ میں ملتا ہے۔

حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان "فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ" کہ "ممکن ہے کہ اس حج کے بعد میں دوبارہ حج نہ کر سکوں" محض ایک احتمالی جملہ نہیں بلکہ گہری تربیتی اور تعلیمی حکمت پر مشتمل ہے۔ اس جملے کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو یہ احساس دلایا کہ یہ موقع غیر معمولی اور شاید آخری ہو اس لیے مناسکِ حج کو پوری توجہ، سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ سیکھ لیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس فرمان کے ساتھ عملی طور پر حج کے تمام اعمال ادا کر کے دکھائے تاکہ صحابہؓ صرف سننے والے نہ رہیں بلکہ دیکھ کر، سمجھ کر اور عمل کے ذریعے سیکھیں۔ یہ اسلوب دراصل تدریجی رہنمائی (Scaffolding) کی اعلیٰ مثال ہے جس میں استاد سیکھنے والے کو اس کی موجودہ سطح سے آگے بڑھانے کے لیے براہِ راست معاونت فراہم کرتا ہے۔ اس جملے نے صحابہؓ کے اندر علمی بیداری، ذمہ داری اور دین کو محفوظ کر کے آگے منتقل کرنے کا شعور پیدا کیا۔ یوں یہ فرمان نہ صرف حجۃ الوداع کے پس منظر میں وداعی کیفیت کی علامت ہے بلکہ نبوی تعلیم و تربیت کے اس جامع طریقے کو بھی واضح کرتا ہے جو آج کے جدید تعلیمی نظریات خصوصاً مؤثر اور عملی تعلیم سے مکمل ہم آہنگ نظر آتا ہے۔

یہ واقعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت کا طریقہ نہ صرف الہامی اور کامل تھا بلکہ جدید تعلیمی نظریات سے بھی ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو بتدریج اور عملی رہنمائی کے

ساتھ اس قابل بنایا کہ وہ دین کو صحیح طور پر سمجھیں اور اس پر عمل کر سکیں۔ یہی اسلوب آج بھی تعلیم و تربیت کے ہر میدان میں کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

وضو کی تعلیم (Practical Demonstration & Scaffolding)

تعلیم و تربیت کا اصل مقصد انسان کو محض معلومات دینا نہیں بلکہ اس کی شخصیت، اخلاق اور فکری سطح کو بلند کرنا ہے۔ جدید ماہرِ تعلیم وائیگوٹسکی کے مطابق سیکھنے کا عمل فرد کی اکیلی محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک سماجی اور اشتراکی (Collaborative) سرگرمی ہے جس میں استاد تدریجی رہنمائی (Scaffolding) فراہم کر کے طالب علم کو اس کی موجودہ سطح (Actual Development Level) سے اوپر اٹھا کر ایک ممکنہ اعلیٰ سطح (Potential Development Level) تک لے جاتا ہے۔ یہی تصور ہمیں سیرت النبی ﷺ میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔[41]

حضرت حُمران بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے پانی منگوایا اور وضو کیا: ہاتھ تین مرتبہ دھوئے، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، چہرہ تین بار دھویا، دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ اور اسی طرح بایاں، پھر سر کا مسح کیا، پھر پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے جس میں دل ہی دل میں کوئی دنیاوی بات نہ کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

یہ تعلیم "Scaffolding" کی بہترین مثال ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے محض زبانی ہدایت نہیں دی بلکہ عملی مظاہرہ کیا تاکہ صحابہؓ دیکھ کر اور کر کے سیکھیں۔ یہ بالکل ZPD کا اصول ہے کہ شاگرد استاد کی رہنمائی سے اپنی صلاحیت سے زیادہ آگے بڑھتا ہے۔

تجرباتی سیکھنے کا نظریہ (Experiential Learning Theory – ELT)

تعلیم محض کتابی علم یا زبانی ہدایت کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا ہمہ جہتی عمل ہے جس میں فرد اپنے تجربات کے ذریعے علم حاصل کرتا اور اپنی صلاحیتوں کو بڑھاتا ہے۔ اسی اصول کو ڈیوڈ اے. کولب (David A. Kolb) نے

اپنی مشہور کتاب (1984) *Experiential Learning* میں واضح کیا جہاں انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سیکھنے کا عمل ایک چکر (Cycle) ہے۔ اس چکر میں طالب علم صرف نظریاتی طور پر نہیں بلکہ براہِ راست تجربات (Concrete Experience)، غور و فکر(Reflective Observation) ، نظریہ سازی (Abstract Conceptualization)اور عملی اطلاق (Active Experimentation) کے ذریعے علم حاصل کرتا ہے۔[42]

1۔ ٹھوس تجربہ(Concrete Experience)

جان ڈیوی (John Dewey) بیسویں صدی کے ایک نمایاں ماہرِ تعلیم اور فلسفی تھے جنہوں نے تعلیم کو محض نصابی مواد کی ترسیل نہیں بلکہ طلبہ کی عملی زندگی اور تجربات کے ساتھ جوڑا۔ ان کے نزدیک تعلیم کا اصل مقصد فرد کو معاشرتی اور عملی زندگی کے لیے تیار کرنا ہے۔ انہوں نے "Experiential Learning" یعنی تجرباتی تعلیم کا تصور پیش کیا جس کے مطابق حقیقی سیکھنا اُس وقت ہوتا ہے جب طلبہ اپنے ذاتی تجربات، مشاہدات اور عملی سرگرمیوں کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں[43]۔ ڈیوی کا ماننا تھا کہ کلاس روم محض کتابی علم کا مرکز نہ ہو بلکہ ایک ایسا ماحول ہو جہاں طلبہ تحقیق، سوالات اور عملی مشق کے ذریعے علم کو دریافت کریں۔ ان کے نزدیک استاد کا کردار ایک "Facilitator" کا ہے جو طلبہ کو رہنمائی دیتا ہے مگر سیکھنے کے عمل کو اُن پر مسلط نہیں کرتا[44]۔ یہ نظریہ آج بھی جدید تدریسی طریقوں، جیسے "Project-Based Learning" اور "Inquiry-Based Teaching"، کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔

یہ مرحلہ اس وقت پیش آتا ہے جب طالب علم کسی سرگرمی یا تجربے میں براہِ راست شامل ہوتا ہے۔ اس میں سیکھنے والا محض سننے یا پڑھنے تک محدود نہیں رہتا بلکہ کسی عمل کو خود کر کے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ مثال کے طور پر لیبارٹری میں سائنس کا عملی تجربہ کرنا، ڈرائیونگ کی مشق کرنا یا کسی رول پلے (Role Play) کے ذریعے سبق سیکھنا۔ اس مرحلے میں طالب علم اپنے حواس (Senses) کے ذریعے حقیقت کو براہِ راست محسوس کرتا ہے اور یہی براہِ راست تجربہ آگے کے سیکھنے کے عمل کی بنیاد بنتا ہے۔[45]

2۔ انعکاسی مشاہدہ(Reflective Observation)

اس مرحلے میں فرد اپنے کیے گئے تجربے پر غور و فکر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح پیش آیا۔ یہ دراصل سیکھنے والے کے لیے ایک موقع ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل پر نظر ڈالے، اس کے نتائج کا تجزیہ کرے اور دوسروں کے تجربات سے موازنہ کرے۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم سائنس کا تجربہ مکمل کرنے کے بعد سوچتا ہے کہ کن مراحل میں غلطی ہوئی اور آئندہ اسے کیسے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی فرد ڈرائیونگ سیکھتے وقت

اپنی پچھلی کوششوں کو یاد کر کے یہ سوچ سکتا ہے کہ کہاں محتاط رہنا چاہیے تھا۔ یہ غور و فکر دراصل سیکھنے کو زیادہ بامعنی اور پائیدار بناتا ہے۔ کولب کے مطابق "Reflective Observation" وہ مرحلہ ہے جس میں طالب علم اپنی عملی سرگرمی کو محض کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس پر سنجیدگی سے غور کرتا ہے۔ اس سے تجربے کے نتائج کو بہتر طور پر سمجھنے اور آئندہ عمل کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے[46]۔ جان ڈیوی کے مطابق تعلیم اس وقت حقیقی معنوں میں مؤثر ہوتی ہے جب فرد اپنے تجربے کو پرکھتا اور اس پر تنقیدی غور کرتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ صرف تجربہ کافی نہیں بلکہ "Reflection" کے ذریعے ہی تجربے کو علم میں بدلا جا سکتا ہے[47]۔

شون کے مطابق ایک ماہر یا سیکھنے والا فرد "Reflection-in-Action" (عمل کے دوران غور) اور "Reflection-on-Action" (عمل کے بعد غور) کے ذریعے اپنی کارکردگی کو بہتر بنا سکتا ہے۔ یہ تصور اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ غور و فکر صرف ماضی کے تجربے پر نہیں بلکہ عمل کے دوران بھی ممکن ہے[48]۔

3۔ نظریہ سازی (Abstract Conceptualization)

یہ مرحلہ اس وقت آتا ہے جب سیکھنے والا اپنے تجربات اور مشاہدات سے تصورات (Concepts) اور اصول (Principles) اخذ کرتا ہے۔ یہ دراصل وہ مقام ہے جہاں عملی تجربہ علمی و نظریاتی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر ڈرائیونگ کی مشق کے بعد طالب علم یہ نظریہ قائم کرتا ہے کہ گاڑی کے توازن کے لیے اسٹیئرنگ اور بریک کا کس طرح استعمال کیا جانا چاہیے۔ اسی طرح سائنس لیبارٹری میں تجربہ کرنے کے بعد طلبہ کو سائنسی اصول اور فارمولے سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ اس طرح یہ مرحلہ براہِ راست تجربے اور غور و فکر کو نظریاتی فریم ورک میں ڈھالنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

کولب کے مطابق "Abstract Conceptualization" وہ مرحلہ ہے جس میں سیکھنے والا اپنے تجربے سے عمومی اصول اخذ کرتا ہے اور انہیں ایک منظم فریم ورک میں ڈھالتا ہے۔ اس سے سیکھنے والے کو آئندہ تجربات کے لیے نظریاتی رہنمائی ملتی ہے[49]۔ جان ڈیوی کے مطابق تعلیم صرف تجربے سے نہیں بلکہ "Reflected Experience" سے پیدا ہوتی ہے۔ جب طالب علم تجربے پر غور کر کے اسے اصولی بنیادوں پر ڈھالتا ہے تو وہ علم کو پائیدار اور مؤثر بنا لیتا ہے[50]۔ جین پیاجے کے مطابق سیکھنے والے "Assimilation" اور "Accommodation" کے ذریعے تجربات کو ذہنی ڈھانچوں (Schemas) میں بدلتے ہیں۔ اس طرح بچے اور بالغ دونوں عملی مشاہدات کو تجریدی تصورات کی صورت میں اپنی علمی دنیا میں داخل کرتے ہیں[51]۔ لیو وائیگوٹسکی

کے مطابق سیکھنے والا اپنے تجربات کو سماجی تعامل اور زبان کے ذریعے معانی اور اصول میں ڈھالتا ہے۔ یعنی "Social Mediation" کے بغیر تجربہ نظریاتی فریم ورک میں نہیں ڈھل سکتا[52]۔

جیروم برونر کے مطابق علم دراصل "Active Construction" ہے۔ جب سیکھنے والا کسی تجربے کو اصول یا Concept کی شکل دیتا ہے تو وہ دراصل علم کو خود تعمیر کرتا ہے۔ یہ تصور "Discovery Learning" کی بنیاد بھی ہے[53]۔

4۔ عملی اطلاق (Active Experimentation)

یہ ELT کا آخری مرحلہ ہے جسے **عملی اطلاق (Active Experimentation)** کہا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں سیکھنے والا اپنے حاصل شدہ علم، اصولوں اور نظریات کو عملی زندگی میں آزما کر دیکھتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ علم صرف یادداشت یا فہم تک محدود نہ رہے بلکہ حقیقی تجربات اور سرگرمیوں کے ذریعے مؤثر طور پر استعمال ہو۔ مثال کے طور پر ڈرائیونگ سیکھنے والا نئی اور پیچیدہ سڑک پر اپنی مہارت کو آزما کر دیکھتا ہے۔ ایک طالب علم سائنس کے اصول کو نئی تحقیق یا پراجیکٹ میں بروئے کار لاتا ہے یا استاد کے دیے گئے رول پلے اور پراجیکٹ کے بعد طلبہ اس کو حقیقی زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح Active Experimentation طلبہ کو نہ صرف اپنے علم کو پرکھنے کا موقع دیتا ہے بلکہ ان کی صلاحیتوں میں نکھار اور نئی حکمتِ عملی اختیار کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کرتا ہے۔

ڈیوڈ کولب کے مطابق Active Experimentation وہ مرحلہ ہے جہاں سیکھنے والا اپنے نظریاتی فہم کو عملی زندگی میں آزما کر "Feedback" حاصل کرتا ہے اور اس بنیاد پر اپنی سیکھنے کی صلاحیت کو بہتر بناتا ہے۔ یہ مرحلہ سیکھنے کو متحرک اور پائیدار بناتا ہے[54]۔

جان ڈیوی (John Dewey) کا زور اس بات پر تھا کہ تعلیم کا مقصد فرد کو عملی زندگی کے لیے تیار کرنا ہے۔ ان کے نزدیک حقیقی تعلیم وہ ہے جو "Learning by Doing" کے ذریعے تجربات اور عمل پر مبنی ہو اور جس میں علم کو نئے حالات میں آزمایا جائے[55]۔ کرٹ لیون (Kurt Lewin) کے مطابق سیکھنے کا عمل **Action** اور **Reflection** کے ملاپ سے مکمل ہوتا ہے۔ Active Experimentation میں سیکھنے والا عملی قدم اٹھاتا ہے اور پھر اس پر غور و فکر کر کے مستقبل کی حکمت عملی طے کرتا ہے جو ان کے **Action Research** اور **Field Theory** کا بنیادی نکتہ ہے[56]۔ لیو وائیگوٹسکی (Lev Vygotsky) کے مطابق سیکھنے والا جب اپنے علم کو نئی سماجی اور عملی صورتِ حال میں آزماتا ہے تو وہ **Zone of Proximal Development (ZPD)** کے ذریعے اپنی

صلاحیتوں کو بلند کرتا ہے۔ Active Experimentation اسی سماجی تعامل اور رہنمائی کا عملی اظہار ہے[57]۔اسی طرح، جیروم برونر (Jerome Bruner) کا مؤقف ہے کہ بہترین تعلیم اس وقت ہوتی ہے جب سیکھنے والا خود کسی نئے مسئلے کو حل کرنے یا اصول کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے۔ Active Experimentationاس "Self-Discovery" اور **Problem-Solving** کو فروغ دیتا ہے جس سے علم زیادہ بامعنی اور پائیدار ہو جاتا ہے[58]۔

Experiential Learning Theory (ELT) کے مطابق حقیقی تعلیم اس وقت مکمل ہوتی ہے جب سیکھنے والا چاروں مراحل کو یکجا کرتا ہے۔ڈیوڈ کولب کے نزدیک اگر ان میں سے کوئی ایک مرحلہ نظر انداز ہو جائے تو سیکھنے کا عمل نامکمل رہ جاتا ہے اور علم پائیدار نہیں بنتا۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیمی نظام (Modern Pedagogy) میں ایسے تدریسی طریقے اپنائے جا رہے ہیں جو تجرباتی سیکھنے کو فروغ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر **Project-Based Learning** طلبہ کو حقیقی دنیا کے مسائل پر عملی کام کرنے کا موقع دیتا ہے، **Inquiry-Based Learning** ان میں تنقیدی سوچ اور سوال کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اور **Collaborative Learning** انہیں سماجی و فکری تعامل کے ذریعے نئی مہارتیں سیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس طرح جدید تعلیم براہِ راست ELT کی روح کی عکاسی کرتی ہے اور طلبہ کو محض یادداشت پر انحصار کرنے کے بجائے عملی تجربات سے سیکھنے کی طرف مائل کرتی ہے۔

اختتامیہ:

مندرجہ بالا بحث اس حقیقت کو نہایت واضح انداز میں سامنے لاتی ہے کہ سوال و جواب پر مبنی تعلیم محض ایک تدریسی تکنیک نہیں بلکہ انسان کی فطری سیکھنے کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا ایک جامع اور ہمہ گیر طریقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس اسلوب کو اختیار کر کے تعلیم کو یک طرفہ ابلاغ کے بجائے ایک زندہ اور متحرک فکری عمل بنا دیا جس میں سیکھنے والا محض سامع نہیں رہتا بلکہ غور و فکر، تجزیہ اور خود دریافت (Self-Discovery) کے مراحل سے گزرتا ہے۔۔

یہ نبوی اسلوب اس امر کی دلیل ہے کہ حقیقی تعلیم وہی ہے جو طالب علم کو اس کی موجودہ علمی سطح تک محدود نہ رکھے بلکہ تدریجی رہنمائی کے ذریعے اسے فہم کی بلند تر سطح تک پہنچائے۔ یہی تصور جدید تعلیمی نظریات، خصوصاً وائیگوٹسکی کے Zone of Proximal Development اور Scaffolding ، میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے جہاں استاد کا کردار معلومات فراہم کرنے والے کے بجائے ایک رہنما اور سہولت کار کا ہوتا ہے جیسے حضرت

عبداللہ بن عمرؓ کا دل میں درست جواب تک پہنچ جانا اس بات کی علامت ہے کہ سوال و جواب کے ذریعے طالب علم کے اندر پوشیدہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں خواہ وہ فوری طور پر اظہار نہ بھی کر سکے۔

سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں یہ بھی سکھاتی ہے کہ تعلیم کا مقصد محض علمی مہارت نہیں بلکہ فکری پختگی، اعتماد اور عملی کردار کی تشکیل ہے۔ سوالیہ اندازِ تعلیم طالب علم کو سوچنے کی آزادی دیتا ہے، غلطی کے امکان کو سیکھنے کا ذریعہ بناتا ہے اور علم کو محض یاد رکھنے کے بجائے زندگی سے جوڑ دیتا ہے۔ آج کے دور میں، جہاں تعلیم کا بڑا مسئلہ سطحی یادداشت اور غیر تخلیقی سوچ ہے وہاں اسوۂ رسول ﷺ میں موجود Inquiry-Based Learning ہمیں ایک متوازن، انسان دوست اور مؤثر تعلیمی ماڈل فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ تعلیم طلبہ میں شعور، بصیرت اور ذمہ داری پیدا کرے تو ہمیں نبوی اسلوبِ سوال و جواب کو اپنے تعلیمی نظام کا بنیادی حصہ بنانا ہو گا کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جو ہر دور میں ذہن سازی، کردار سازی اور فکری بالیدگی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

حواشی:

[1] Brickhouse, Thomas C. and Nicholas D. Smith. Plato's Socrates. New York: Oxford University Press, 1994.

[2] Dewey, John. How We Think. Boston: D.C. Heath & Co., 1910.

[3] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[4] Bruner, Jerome. The Culture of Education. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1996.

[5] Al-Attas, Syed Muhammad Naquib. The Concept of Education in Islam: A Framework for an Islamic Philosophy of Education. Kuala Lumpur: International Institute of Islamic Thought and Civilization, 1991.

[6] Al-Attas, Syed Muhammad Naquib. The Concept of Education in Islam: A Framework for an Islamic Philosophy of Education. Kuala Lumpur: International Institute of Islamic Thought and Civilization, 1991.

[7] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[8] Dewey, John. Democracy and Education: An Introduction to the Philosophy of Education. New York: Macmillan, 1916.

[9] Piaget, Jean. The Psychology of Intelligence. London: Routledge & Kegan Paul, 1950.

[10] Piaget, Jean. The Psychology of Intelligence. London: Routledge & Kegan Paul, 1950.

[11] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[12] Fosnot, Catherine Twomey, ed. Constructivism: Theory, Perspectives, and Practice. New York: Teachers College Press, 1996.

[13] Bruner, Jerome. The Culture of Education. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1996.

[14] Piaget, Jean. The Psychology of Intelligence. London: Routledge & Kegan Paul, 1950.

[15] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[16] Bruner, Jerome. The Culture of Education. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1996.

[17] مسلم بن حجاج القشیری النیسابوریؒ۔ صحیح مسلم۔ کتاب الایمان، حدیث نمبر 8۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی

[18] Plato. The Republic. Translated by G. M. A. Grube. Indianapolis: Hackett Publishing, 1992.

[19] Piaget, Jean. The Psychology of Intelligence. London: Routledge & Kegan Paul, 1950.

[20] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[21] Bruner, Jerome S. The Process of Education. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1960; Dewey, John. How We Think. Lexington, MA: D.C. Heath & Co., 1910.

[22] مسلم، ابن الحجاجؒ۔ صحیح مسلم۔ بیروت: دار المعرفہ، 1995ء۔ کتاب البر والآداب، حدیث نمبر 2589۔

[23] Piaget, Jean. The Psychology of Intelligence. London: Routledge & Kegan Paul, 1950.

[24] Vygotsky, Lev. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[25] البخاری، محمد بن اسماعیلؒ۔ صحیح البخاری۔ کتاب العلم، حدیث نمبر 61۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1987ء۔

[26] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[27] Fosnot, Catherine T. Constructivism: Theory, Perspectives, and Practice. New York: Teachers College Press, 2013.

[28] احمد بن حنبلؒ۔ مسند احمد۔ جلد 2۔ بیروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء۔ حدیث نمبر 12567۔

[29] Jean Piaget, The Psychology of Intelligence (London: Routledge, 1950), 68–72.

[30] Lev S. Vygotsky, Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978), 84–91.

[31] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[32] Fosnot, Catherine Twomey. Constructivism: Theory, Perspectives, and Practice. New York: Teachers College Press, 2013.

[33] Bruner, Jerome S. The Process of Education. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1960.

[34] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Edited by Michael Cole, Vera John-Steiner, Sylvia Scribner, and Ellen Souberman. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[35] Fosnot, Catherine Twomey. Constructivism: Theory, Perspectives, and Practice. New York: Teachers College Press, 2013, 45–47.

[36] Lev S. Vygotsky, Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes, eds. Michael Cole, Vera John-Steiner, Sylvia Scribner, and Ellen Souberman (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978), 86.

[37] البخاری، محمد بن اسماعیلؒ۔ صحیح البخاری۔ کتاب الوضوء، حدیث نمبر 159۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1987ء۔

[38] فدا حسین ملک۔ "نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم: ایک تجزیاتی مطالعہ۔" الایضاح، جلد 36، شمارہ 2 (2018ء): 57—74۔

[39] البخاری، محمد بن اسماعیلؒ۔ صحیح البخاری۔ کتاب الوضوء، حدیث نمبر 159۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1987ء۔

[40] مسلم بن حجاج القشیری النیسابوریؒ۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحج، حدیث نمبر 1297۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی

[41] البخاری، محمد بن اسماعیلؒ۔ صحیح البخاری۔ کتاب الوضوء، حدیث نمبر 159۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1987ء۔

[42] Kolb, David A. Experiential Learning: Experience as the Source of Learning and Development. Englewood Cliffs, NJ: Prentice Hall, 1984.

[43] Dewey, John. Experience and Education. New York: Macmillan, 1938.

[44] Dewey, John. Democracy and Education. New York: The Macmillan Company, 1916.

[45] Kolb, David A. Experiential Learning: Experience as the Source of Learning and Development. Englewood Cliffs, NJ: Prentice Hall, 1984.

[46] Kolb, David A. Experiential Learning: Experience as the Source of Learning and Development. Englewood Cliffs, NJ: Prentice Hall, 1984.

[47] Dewey, John. Experience and Education. New York: Macmillan, 1938.

[48] Schön, Donald A. The Reflective Practitioner: How Professionals Think in Action. New York: Basic Books, 1983.

[49] Kolb, David A. Experiential Learning: Experience as the Source of Learning and Development. Englewood Cliffs, NJ: Prentice Hall, 1984.

[50] Dewey, John. Experience and Education. New York: Macmillan, 1938.

[51] Piaget, Jean. The Psychology of the Child. New York: Basic Books, 1972.

[52] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[53] Bruner, Jerome S. The Process of Education. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1960.

[54] Kolb, David A. Experiential Learning: Experience as the Source of Learning and Development. Englewood Cliffs, NJ: Prentice-Hall, 1984.

[55] Dewey, John. Experience and Education. New York: Macmillan, 1938.

[56] Lewin, Kurt. Action Research and Minority Problems. Journal of Social Issues 2, no. 4 (1946): 34–46.

[57] Vygotsky, Lev S. Mind in Society: The Development of Higher Psychological Processes. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1978.

[58] Bruner, Jerome S. The Process of Education. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1961.